ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

انور بابرؔ کی پیروڈی نگاری(آبگینۂ دانش کے تناظر میں)

(ANWAR BABAR'S ART OF PARODY IN THE CONTEXT OF AABGINA-E-DANISH)

۱۔ڈاکٹر ہمراز خان
لیکچرار اردو گورنمنٹ ڈگری کالج صابر آباد کرک
۲۔ڈاکٹر قدرت اللہ خان
اسسٹنٹ پروفیسر اردو گونمنٹ سپیریئر سائنس کالج پشاور

1.Dr Humraz Khan
Lecturer in Urdu at Govt: Degree Collge Sabir Abad Karak.
2.Dr Qudrat UllaH Khan
Assistant professor in Urdu at Govt: Superior Science College Peshawar.

Abstract :
Anwar Babar hails from the Lakki Marwat district of Khyber Pakhtunkhwa. He is considered one of the prominent literary and intellectual figures of his region. He is simultaneously a writer, humorist, poet, translator, travelogue writer and fiction writer. His pen flows equally well in both serious and humorous poetry. In the tradition of humorous poetry in Adabiyat-e-Sarhad(Literature of KPK), his book Aabgina-e-Danish(آبگینۂ دانش)holds a significant place; to ignore it would be a literary and research-based injustice. He is well-versed in all techniques of humor, but in his humorous poetry, he often uses parody as a means of expression. In the field of parody writing, the aforementioned author generally bases his work on the poetry of Ghalib, Nazeer and Iqbal. However, he particularly targets Iqbal's poetry more frequently for distortion and satire. This suggest that, in the author's view, Iqbal's poetic thought is not only intellectually impactful but also offers a meaningful and popular target suitable for parody.

Keywords : lovers, Gear, Cheeky and impudent, Cheating, Academic dishonesty, Recommendation.

خیبر پختون خوا کے ادبی افق کا تصور جنوبی اضلاع کی تابندگی کے بغیر ادھورا ہے یہ خطہ ادبی ورثے کا دھڑکن ہے، یہ خطہ نہ صرف اپنی ثقافتی پہچان اور تاریخی ورثے کے باعث نمایاں ہے بلکہ یہاں کے شعری لہجے، نثری جمالیات اور فکری وسعت نے اسے ادبی منظر نامے میں ایک خاص وقار عطا کیا ہے۔ خیبر پختون خوا کے جنوبی اضلاع میں لکی مروت کی سرزمین نے ہمیشہ ایسے فنکار، شاعر اور ادیب پیدا کیے جنھوں نے اپنے تخلیقی اظہار سے زبان و بیان کی نئی راہیں ہموار کیں۔ یہاں کی مٹی میں جو سوز ہے، وہ اشعار میں ڈھل کر دلوں کو گرما دیتا ہے، اور یہاں کی فضا میں جو صداقت ہے، وہ نثر میں اتر کر قاری کے دل پر اثر کرتی ہے۔ ادبیات سرحد کے تناظر میں لکی مروت کو اس لحاظ سے ایک خاص مقام حاصل ہے کہ اس کی کوکھ فنکاروں کو جنم دینے میں خاصی فن خیز رہی ہے۔ شاعری سے لے کر گائکی تک جملہ فنون لطیفہ کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جہاں لکی وال اپنی بساط کے مطابق حصہ نہ ڈالتے ہوں۔ اس دھرتی میں شعری روایت کی بات کی جائے تو ہمارے سامنے پشتو شعراء کی ایک طویل فہرست سامنے آتی ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ سرحد کی ادبی تاریخ میں لکی مروت ایک ایسی روشن قندیل ہے جو وقت کی دھند میں بھی اپنی روشنی قائم رکھتی ہے۔ رہی بات اردو شاعری کی تو ہماری نظر انور بابرؔ پہ آکے ٹک جاتی ہے۔ کیا عجب کہ مذکورِ حال کو وہ مرتبہ و مقبولیت نہ مل سکی، جس کے وہ فی الواقع مستحق تھے۔ شاید اس کا سبب اُن کی فطری انکساری و تواضع ہو، جو طلبِ نام و نمود سے بیگانہ اور شہرت کے ہنگاموں سے کنارہ کش رہا۔ اور ممکن ہے کہ وہ اُن مدعیانِ شاعری کی روش اختیار نہ کر سکے، جو آج کل ذرائع ابلاغِ عامہ کے سہارے، اپنی شاعرانہ حیثیت کا ڈھول پیٹتے ہیں اور ہر محفل میں خود کو شاعر ثابت کرنے پر مصرِ نظر آتے ہیں۔ یہ شیوۂ بازار شاید اُن کے ذوقِ سلیم کے خلاف ہے اسی لیے وہ گمنامی کی دبیز چادر میں لپٹے رہے اور زمانہ اُن کی قدر نہ پہچان سکا۔ وجہ جو بھی ہو ہم ان کی طریفانہ شاعری کو کسی طور نظر انداز نہیں کر سکتے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

انور بابرؔ طویل عرصہ سے تدریس کے شعبے سے وابستہ رہے ہیں۔ سکول اور کالج دونوں میں ان کو پڑھانے کا وسیع تجربہ ہے۔ ''آبگینۂ دانش'' میں انھوں نے اپنے تدریسی تجربے کا نچوڑ ظریفانہ پیرائے میں پیش کیا ہے۔ ہمارے نظام تعلیم میں موجود خرابیوں اور کمزوریوں کی طرف کچھ اس انداز میں قارئین کی توجہ مبذول کرائی ہے کہ بے ساختہ ہنسی تو آہی جاتی ہے ساتھ میں اصلاح کا جذبہ بھی بیدار ہوتا ہے۔ اس شعری مجموعی کا تخلیقی سبب مصنف کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

> ''راقم الحروف ایک عرصے سے انٹر وڈ گری کے طلبہ کو زبان ادب پڑھا رہا ہے اور اسی مناسبت سے ان کی نفسیاتی مطالعے کا قریب سے موقع ملا ہے۔ ان مشاہدات و تجربات کی روشنی میں اپنے محسوسات ''آبگینۂ دانش'' میں تحریر کیے ہیں۔ تعلیمی معیار کو خوب تر بنانے کا تقاضہ ہے کہ انھیں اپنے مقاصد سے روشناس کرایا جائے۔ یہ کتاب ان کلیدی نکات کو مد
> نظر رکھ کر تخلیق کی گئی ہے۔''۱

تعلیمی مسائل اور کمزوریوں کے ساتھ ساتھ ہمارے معاشرے کے ثقافتی، معاشرتی، سیاسی، اخلاقی، معاشی اور مذہبی رویے بھی انور بابرؔ کے طنز و مزاح کا نشانہ بنتے ہیں۔ تاہم، ان کا انداز بیاں محض تنقید برائے تنقید نہیں بلکہ ایسا خوش ذوق اسلوب رکھتا ہے جو تلخی کی بجائے لطافت کا احساس دلاتا ہے۔ ان کا مزاحیہ کلام بادی النظر میں محض تفریح کا ذریعہ محسوس ہوتا ہے، مگر اس کی تہہ میں چھپی معنویت قاری کو چونکا دیتی ہے۔ لطف اندوزی کے فوری تاثر کے بعد ایک گہرا فکری اضطرب جنم لیتا ہے جو قاری کو داحتسابی پر مائل کرتا ہے۔ جیسے کہ دورِ حاضر کی تعلیمی فضا میں مخلوط تعلیم نے جہاں کچھ دروازے علم و آگہی کے کھولے ہیں، وہیں حیا کی دبیز چادر پر کچھ مہکتے، کچھ کچلے ہوئے پھولوں کی داستان بھی رقم کی ہے۔ کمرۂ جماعت میں کبھی نگاہوں کی سرگوشیاں اور کبھی مسکراہٹوں کے تبادلے، کتابوں کے اوراق کی سرسراہٹ پر غالب آتی دکھائی دیتی ہے۔ کلاس روم اب صرف علم کا منبع نہیں، بلکہ جذبات کی انجانی وادیوں کا ایک ایسا منظر نامہ بنتا جا رہا ہے جہاں پڑھائی کم اور نظروں کی چوری چھپی آوارہ گردی زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ اس کی لفظی عکاسی دیکھیے:

ے کتابیں ہاتھ میں لے کر بڑے مشتاق بیٹھے ہیں
کلاسسز میں بڑی ہی چاہ سے ناچاق بیٹھے ہیں
نگاہیں اٹھتی ہیں، ملتی ہیں جھکتی، مسکراتی ہیں
ادھر معشوق بیٹھے ہیں اُدھر عشاق بیٹھے ہیں ۲

''آبگینۂ دانش'' میں بڑی مہارت کے ساتھ اس لطیف تغیر کو محسوس کرایا گیا ہے۔ وہ دکھاتا ہے کہ علم محفل میں اگر حیا اور تہذیب کا رنگ مدھم پڑھ جائے، تو پھر وہ محفل علم کی نہیں، ایک خاموش داستانِ عاشقی کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ ''آبگینۂ دانش'' میں زیادہ تر نظمیں اور قطعات شامل ہیں، جن میں فکری گہرائی اور شعری چابک دستی نمایاں ہے۔ مستزاد یہ کہ چند ہائیکو اور غزلیں بھی شامل کلام ہیں لیکن تعدادِ قلیل میں۔ پیروڈی نگاری کے ضمن میں انور بابرؔ کا کارنامہ ''آبگینۂ دانش'' کی صورت میں بڑا وقیع ہے، یہ اس کی ظریفانہ شاعری کا ایک ایسا مضبوط پہلو ہے جس سے صرف نظر کرنا تحقیقی و تنقیدی نابلدی ہو گی۔ ادبیات سرحد کی ظریفانہ شاعری کی روایت میں اسے ایک قابل قدر مقام دلانے کے لیے اس کی پیروڈی نگاری اہم حوالے کے طور پہ سامنے آ رہی ہے۔

اچھی پیروڈی لکھنا خاصا مشکل کام ہے اس کے لیے لازمی شرط یہ ہے کہ پیروڈی نویس نے شاعر یا ادیب کے کام کو، جس کی پیروڈی لکھنی مقصود ہو، بہت غور سے پڑھ رکھا ہوا تاکہ مضحک صورت اپنی اصل کے قریب تر ہو۔ کم لوگ اس پر قادر ہوتے ہیں کہ کسی دوسرے لکھنے والے کو مکمل توجہ سے پڑھ کر اس کے مخصوص رنگ کا کامیابی سے چربہ اتار لیں۔ یہی وجہ ہے اچھی پیروڈی لکھنے والوں کی تعداد قلیل ثابت ہوتی ہے۔ پیروڈی کو ایک طرح کی تنقید بھی قرار دیا جا سکتا ہے جس میں غیر سنجیدہ انداز میں کسی شاعر کی مشہور شاعری سے چھیڑ چھاڑ کی جاتی ہے:

> ''کسی شاعر یا ادیب کی پسندیدہ لفظیات، اسلوب، انداز نظر، لب و لہجے اور خیالات کی مضحک نقل اتارنا پیروڈی کہلاتا ہے۔'' ۳

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

لفظ پیروڈی یونانی زبان کے لفظ ''پیروڈیا'' سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ''جوابی نغمہ'' ہے۔ گویا وہ نظم جو کسی نغمہ کے جواب میں مخالف کی جانب سے گائی جاتی ہے اور اس میں اسلوب کی نقالی کی جاتی ہے۔ انگریزی زبان کی تمام معتبر لغات پیروڈی کے نقل کے معنوں پر متفق نظر آتی ہیں۔ لفظی نقالی علاوہ پیروڈی اپنے دامن میں کیا کیا سمیٹتی ہے وہ بھی دیکھیے:

"A piece of literature or acting or performance that mocks its original by grotesque exaggeration or by combining the dignified with the low or the familiar." ۴

گویا ادب، اداکاری یا کسی اور فن کا وہ نمونہ جو اپنے اصل کو مضحکہ خیز مبالغے کے ذریعے یا باوقار چیزوں کو عام یا گھٹیا عناصر کے ساتھ ملا کر مذاق اڑاتا ہے۔ پیروڈی میں بلند پایہ اور سنجیدہ موضوعات کے لیے اپنائے گئے اسلوب اور شاندار لفظیات کو لے کر انہیں ہنسی مذاق اور روزمرہ کے معمولی موضوعات کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، بالکل ایسے جیسے کسی جوکر کو شاہی لباس پہنا دیا جائے ظاہر ہے، لباس تو بادشاہ کا ہوتا ہے مگر چال ڈھال اور باتیں تماشے کی ہوتی ہیں۔ پیروڈی، ادب کی اُس لطیف اور باریک بین صنف کا نام ہے، جو ظرافت کی چادر اوڑھے سنجیدہ فکری مکالمے کو جنم دیتی ہے۔ یہ ایک ایسا تخلیقی عمل ہے جس میں کسی معروف شاعر یا ادیب کی مقبول تخلیق کو مرکزِ اظہار بنایا جاتا ہے، اور اس کی زبان، اسلوب اور فکری زاویوں کے ساتھ ہنرمندانہ چھیڑ چھاڑ کی جاتی ہے۔ بظاہر پیروڈی محض دل لگی یا مزاحیہ نقل معلوم ہوتی ہے، مگر درحقیقت اس میں تخلیقِ نو کا جوہر بھی شامل ہوتا ہے، جو اصل متن کی تہوں میں چھپے فکری، فنی یا اسلوبی نکات کو نمایاں کر دیتا ہے۔ پیروڈی اپنے قاری کو نہ صرف محظوظ کرتی ہے، بلکہ اسے اصل تخلیق کے تنقیدی تجزیے کی جانب بھی مائل کرتی ہے۔ اردو ادب میں پیروڈی کا وجود، محض تفریح کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک سنجیدہ فکری اور فنی رویے کی نمائندگی بھی ہے، جو ادب کو نئے زاویوں سے دیکھنے اور برتنے کا حوصلہ عطا کرتا ہے۔

انور بابرؔ کے ظریفانہ کلام کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ ان پر غالبؔ، نظیرؔ اکبر آبادی اور علامہ اقبالؔ کے اندازِ سخن کے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ان اثرات کا مظہر نہ صرف موضوعات کے انتخاب میں نظر آتا ہے بلکہ اسلوبِ اظہار اور فکری ساخت میں بھی ان دونوں شعرا کی جھلک نمایاں ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس نے اپنی پیروڈی نگاری کے لیے غالبؔ، نظیرؔ اور اقبالؔ کے کلام کو بطور اساس اپنایا اور ان کی شاعری کو تحریفانہ اظہار کے لیے تختۂ مشق بنایا۔ اس کے ہاں ظریفانہ تخلیقی اظہاریے کے لیے پیروڈی کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ جہاں وہ جا بجا بڑے شعرا کے کلام کا موضوعاتی و لفظیاتی چربہ اتار کر نیا روپ دیتا ہے۔ غالبؔ کی ایک مشہور غزل کے چند اشعار کی پیروڈی دیکھیے جہاں وہ ایک نقال کی نقل کاری کا پردہ فاش کر کے شرم کی ترغیب دے رہا ہے:

؎ امتحاں میں تو پاس ہونے کی
کوئی صورت نظر نہیں آتی
نقل کرتے ہو کس دھڑلے سے
شرم تم کو مگر نہیں آتی ۵

لفظی پیروڈی کی ایک عمدہ مثال نظیرؔ کی مشہور نظم ''آدمی نامہ'' کی پیروڈی بعنوان ''کالجئیٹ (collegiate)'' ہے۔ جس میں پیروڈی نگار نے لفظوں کے الٹ پھیر سے پوری نظم کو انبساط سے بھر دیا ہے:

؎ کوئی تو دھاڑتا ہے ببر شیر کی طرح
لمحہ بہ لمحہ بدلے کوئی گیئر (Gear) کی طرح
آنکھیں دکھا رہا ہے سو ہے وہ بھی کالجئیٹ ۶

شاعر نے کالج کے نوجوانوں کے کردار اور رویے کو تنقیدی نظر سے دیکھا ہے۔ شاعر کا اسلوب تمثیلی اور علامتی ہے، جہاں وہ ببر شیر اور گیئر جیسی تشبیہوں کا استعمال کر کے نوجوانوں کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے۔ ''ببر شیر کی طرح دھاڑنا'' صرف طاقت یا خود اعتمادی کی علامت نہیں بلکہ ایک بدتمیز اور غیر مہذب طرزِ گفتگو کی علامت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس میں شاعر نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ موجودہ دور کے طلبہ میں نرمی، شائستگی اور ادب کی جگہ جذباتیت، شوریدگی اور بدزبانی نے لے لی ہے۔ گیئر کی مثال دے کر شاعر نے نوجوانوں کی مزاجی بے ثباتی میں تبدیلی کو بیان کیا ہے۔ گیئر کا بدلنا ایک مشینی عمل ہے، جو انسانی جذبات سے عاری

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.8.No.2 2025

ہوتا ہے،اور اسی مشینی انداز کو انسانی رویے سے جوڑ کر شاعر نے یہ تاثر دیا ہے کہ نوجوان جذباتی طور پر اس قدر غیر متوازن ہو چکے ہیں کہ ان کا برتاؤ بھی روبوٹک اور غیر مستقل ہو گیا ہے۔ایک لمحے وہ شعلہ فشاں ہوتے ہیں، تو دوسرے لمحے آنکھوں میں بے ادبی کی چمک لے آتے ہیں۔ گویا اس عہد کی نوجوان نسل کے تعلیمی اداروں میں پائی جانے والی اخلاقی گراوٹ اور سماجی تبدیلیوں کی عکاسی کرتا ہے۔ جدید تعلیم اگرچہ ترقی کے دروازے کھولتی ہے، لیکن اگر وہ اخلاقی تربیت اور تہذیب کے بغیر دی جائے تو ایسے ہی رویے جنم لیتے ہیں جن کی شکایت شاعر اس بند میں کر رہے ہیں۔ یہ پوری نظم نہ صرف نوجوانوں کے غیر سنجیدہ اور غیر مہذب رویے پر سوال اٹھاتی ہے بلکہ تعلیمی نظام، اساتذہ کی تربیت، اور والدین کی ذمہ داریوں کو بھی بالواسطہ طور پر چیلنج کرتی ہے۔ شاعر سماج کو آئینہ دکھا رہا ہے کہ ہم نے نوجوانوں کو صرف معلومات دی ہیں ہم دراصل بے سمت، بدزبان، اور بے صبر نسل کو جنم دے رہے ہیں۔

کتاب میں دیگر میں شعرا کے مقابلے میں اقبال ؒ کے کلام سے سب سے زیادہ لفظوی و معنوی چھیڑ چھاڑ کی گئی ہے۔ چلیے اب سفرِ سخن میں ذرا آگے بڑھتے ہیں، جہاں اقبال کی جاوداں نظم ’’شکوہ‘‘ کی ایک خوش طبع پیروڈی کا ایک پر لطف بند پیش کیا جا رہا ہے:

؎جوتیاں جا کے مساجد میں چراتے ہیں غریب
دودھ میں پانی کے دریا بھی بہاتے ہیں غریب
بیچ کر ووٹ خودہ اپنی مٹاتے ہیں غریب
خر، کو مطلب کے لیے باپ بناتے ہیں غریب
غافل آداب سے سکان زمیں کیسے ہیں
’’شوخ و گستاخ یہ پستی کے مکیں کیسے ہیں‘‘ ۷

انور کی یہی پیروڈی نگاری محض تفننِ طبع نہیں، بلکہ ایک عمیق فکری شعور اور فنی لطافت کا آئینہ دار شاہکار ہے۔ انہوں نے ظرافت کے دبیز پردوں میں امتِ مسلمہ کے معاصر مسائل کو اس مہارت اور ندرت سے پیش کیا ہے کہ قاری بے اختیار حکیم الامت، علامہ اقبالؒ کے اسلوب کی بازگشت محسوس کرتا ہے۔ انور کا قلم، طنز و مزاح کی دھیمی آنچ پر پکا ہوا ایسا نکتہ رس بیان تخلیق کرتا ہے، جو نہ صرف لبوں پر تبسم بکھیرتا ہے بلکہ فکر کے در وا کرتا ہے۔ تاہم، اس فن پارے کی معنوی تہوں تک رسائی اور اس کے اندر پنہاں اشارات و کنایات سے حقیقی لطف اندوزی صرف وہی قارئین حاصل کر سکتے ہیں، جو اصل کلام سے شناسائی رکھتے ہوں، جس کی یہ پیروڈی ایک تخلیقی بازگشت ہے۔ بصورتِ دیگر، یہ نکتہ سنجی محض سطحی تفریح بن کر رہ جاتی ہے، جس کی تہہ میں چھپی معنویت اوجھل رہتی ہے۔ اسی طرح نظم ’’شکوہ‘‘ کی پیروڈی پڑھ کر اقبال لے فرزند جاوید اقبال متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، اسی کاوش پہ انور بابرؔ کو ایک مکتوب میں یوں داد دی ہے:

میں نے نظم ’’شکوہ (پیروڈی) اقبال سے معذرت کے ساتھ‘‘ پڑھی اور خوب خوب آپ کی غیر موجودگی میں داد دی، آپ نے جس جذبہ کے زیر اثر یہ نظم لکھی ہے، اچھے بروں سب کو رلا دینے والی ہے بشرطیکہ ملک و ملت کے لیے درد باقی رہ گیا ہو۔‘‘ ۸

نظم ’’شکوہ‘‘ کی پیروڈی میں انور بابرؔ نفس مضمون پر کامل گرفت رکھتا ہے، اور اس سبب وہ نظم ’’شکوہ‘‘ کے فنی تقاضوں اور اسلوبیاتی رفعت کو اس کی پیروڈی میں بخوبی نبھاتا ہے:

؎ہم تو جیتے ہیں خوشی، راحت و عشرت کے لیے
اور مرتے ہیں فقط نام کی شہرت کے لیے
کرتے ہیں تیغ زنی اپنی حکومت کے لیے
سر بکف دہر میں پھرتے ہیں دولت کے لیے
قوم اپنی ہے زر و مالِ جہاں پر مرتی
مال و زر ملتا تو پھر در شکنی کیوں کرتی ۹

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

"آبگینۂ دانش'' میں ابتدائی درسگاہوں سے لے کر عالی مرتبت جامعات تک، نظامِ تعلیم کی الجھنوں، کوتاہیوں اور پیچیدگیوں کو ظرافت کے خوش رنگ پیرائے میں یوں سمیٹا گیا ہے کہ قاری ہنستے ہنستے سنجیدہ حقیقتوں سے آشنا ہوتا چلا جاتا ہے۔ان تعلیمی ابتریوں میں ایک ناسور کی صورت نقل بھی ہے، جو علم کی راہوں میں یوں حائل ہو چکی ہے گویا ذہن رسا کی جگہ محض چالاکی اور چوری نے لے لی ہو۔کتاب میں ''خارزارِ نقلستان'' کے عنوان کے تحت مصنف نے نقل کے حصول کے دلچسپ چالاکانہ ذرائع کا ذکر کیا ہے۔اِدھر وہ اقبالؒ کی مشہور نظم ''ہمدردی'' کی نقل اتار کر ایک طالب علم (شاعر کی زبان میں تائب علم) کی حالت زار نقشی کھینچتا ہے، جو ایک کرسی پہ تنہا بیٹھا ہے امتحان سر پہ ہے اور اسی آتش غم میں جل رہا کہ امتحان میں کامیابی کے حصول کو کیسے ممکن بنایا جائے۔ایسے میں کالج کا چپراسی اس نالائق طالب علم کو یوں اپنی خدمات اور تسلیاں پیش کرتا ہے:

؎غم نہ کر بیت جائیں گی گھڑیاں
پونچھ لے آنسوں کی لڑیاں
مثلِ جگنوں کے روشنی دونگا
پانی والے کے ساتھ میں ہوں گا
نقل تیرے لیے لاؤں گا
تیری مشکل میں کام آؤں گا
لوگ دنیا میں وہ ہی اچھے ہیں
دوسروں کے جو کام آتے ہیں ۱۰

ہمارے تعلیمی نظام میں نقل ایک ناسور کی شکل اختیار کر چکی ہے، جو ہر سطح پہ سرایت کر گئی ہے۔یوں ہمارے تعلیم ادارے علم و دانش کے مراکز نہیں رہے، بلکہ سرقہ شدہ اور نقل شدہ افکار کے گودام بنے ہیں۔دعوتیں اور سفارشوں کا چلن اس ناسور کو پروان چڑھاتا ہے۔انور بابرؔ نے اس حقیقت کا لطیف مگر پُراثر اظہار، علامہ اقبالؔ کے ایک معروف شعر کی تخلیقی پیروڈی کے ذریعے کیا ہے:

؎دعوت، موادِ نقل، سفارش تیار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ ۱۱

''آبگینۂ دانش'' میں کلام اقبال کی پیروڈی محض تقلید نہیں، ایک تخلیقی احتجاج ہے جو طنز و ظرافت کی زبان میں زمانے کی سچائیاں بیان کرتی ہے۔انور بابرؔ جب اقبال کے بلند آہنگ لہجے میں آج کے مسائل کو برتتا ہے، تو یہ محض مزاح نہیں رہتا، بلکہ ایک سنجیدہ فکری مکالمہ بن جاتا ہے۔اس انداز میں نہ صرف اقبال کے اسلوب کو خراج پیش کیا جاتا ہے بلکہ معاشرتی اصلاح کی نئی راہیں بھی ہموار ہوتی ہیں۔وہ لفظوں کے نازک ہیر پھیر سے طنز و مزاح کا جال بُننے میں خاصا مشاق دکھائی دیتا ہے، اقبال کے اشعار کی زمین میں تحریف کا حسن ملاحظہ کیجیے:

؎خدا تجھے کسی سپلی(Supply) میں مبتلا کر دے
کہ پورے سال میں تُو کھولتا کتاب نہیں
یہ بورڈ والے تیرا امتحان کیا لیں گے
تُو خود سوال ہے تیرا کوئی جواب نہیں ۱۲

مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نہ اخذ کیا جائے کہ ''آبگینہ دانش'' میں محض تعلیمی مسائل کو طنز یا مزاح کا نشانہ بنایا گیا ہے۔اگرچہ مصنف نے طنزیہ پیرایۂ اظہار کو بھرپور انداز میں برتا ہے، تاہم مجموعی مطالعے سے یہ بات نمایاں ہوتی ہے کہ کتاب میں سنجیدہ فکری مواد بھی شامل ہے:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

> ''آبگینۂ دانش اردو ادب کی روایت اور تاریخ میں ایک قابل ذکر اضافہ ہے جس میں اہل ذوق کے لیے پڑھنے کو بہت کچھ ہے۔اس کا دائرہ تعلیمی مسائل تک محدود نہیں بلکہ انور کے ہاں موضوعات کی نیرنگی پائی جاتی ہے۔مذکورہ کتاب میں انور بابر ایک ماہر شاعر کے روپ میں نظر آتے ہیں۔ کبھی مزاح سے کام لیتے ہیں تو کبھی طنز کے نشتر چبھوتے ہیں۔یہ مہارت کتاب کے شروع کے لے کر آخر تک جاری رہتی ہے۔''۱۳

حاصل کلام یہ ہے کہ انور بابرؔ نے پیروڈی نگاری میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے،احتیاط یوں کہ ایک طرف مزاح کا رنگ اجاگر کیا گیا ہے اور دوسری طرف اصل شعر کو نقصان سے بھی بچایا ہے۔''آبگینۂ دانش'' اردو ظریفانہ شاعری میں ایک وقیع اور بامعنی اضافہ ہے، جہاں تعلیمی، سیاسی، سماجی اور تہذیبی موضوعات نہایت سلیقہ مندی سے طنز و مزاح کے قالب میں ڈالے گئے ہیں۔اس مجموعے میں خاص طور پر انور بابرؔ کی پیروڈی نگاری اس کی ظریفانہ فکر انگیزی کا مضبوط حوالہ ہے، جسے کسی طور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔اور یہی حوالہ اس کی طنزیہ و مزاحیہ شاعری کو ایک نئی سمت عطا کرتا ہے۔یہ پیروڈیاں انور بابرؔ نے جس شوق اور مہارت سے لکھی ہیں وہ اسے ادبیات سرحد کی ظریفانہ شعری تاریخ میں ہمیشہ زندہ رکھنے کے لیے معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

حوالہ جات

۱)انور بابر،آبگینۂ دانش،او شین پرنٹرز،ڈیرہ اسماعیل خان،۲۰۰۳ء،ص
۲)ایضاً،ص ۱۰۵
۳) سہیل احمد، محمد سلیم الرحمٰن، شعبۂ اردو جی سی یونی ورسٹی،لاہور،۲۰۰۵،ص ۱۵۶
Abrams,M.H Glossory of literary terms,Heilne&Heilne,1999,p799(۴
۵) انو بابر،آبگینۂ دانش،او شین پرنٹرز،ڈیرہ اسماعیل خان،۲۰۰۳ء،ص
۶)ایضاً،ص ۱۴۳
۷)ایضاً،ص ۱۷۸
۸)ایضاً،ص ۱۷۴
۹)ایضاً،ص ۱۷۶
۱۰)ایضاً،ص ۱۵۶
۱۱)ایضاً،ص ۱۶۲
۱۲)ایضاً،ص ۱۵۲
۱۳)ہمراز خان،انور بابر کے شاعرانہ فکر و فن کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ(ان کے مطبوعہ کلام کے تناظر میں) غیر مطبوعہ مقالہ ایم فل، جامعہ قرطبہ، پشاور،۲۰۱۹،ص